

تحفظ نسواں بل یا نظریات کا تصادم

قاری محمد حنیف جالندھری

(ناظم اعلیٰ وفاق المدارس پاکستان)

ترمیمی بل کی وجہ سے نوجوان جوڑوں کو بغیر نکاح اکٹھے رہنے کا جواز مل جائے گا اور ان کے آپس میں تعلقات پر انتظامیہ کوئی

اقدام نہیں کر سکے گی۔ حتیٰ کہ اگر کوئی دوسرا فرد اس کی نشان دہی کرے تو الٹا اسی کو قذف کی سزا بھگتنا پڑے گی۔

نسواں بل کی منظوری دراصل پاکستان کے اندر سیکولرزم یعنی لادینیت کے نفاذ کی طرف پہلا قدم ہے۔ اس کے بعد بتدریج

اعتناع قادیانیت، ناموس رسالت اور پاکستانی آئین میں موجود دیگر اسلامی دفعات میں حذف و ترامیم کی باری آئے گی۔

”حدود آرڈیننس“ اور دیگر شرعی قوانین کے خلاف ایک عرصے سے برسر پیکار مغربی استعمار بین الاقوامی سیکولر لابیوں اور اندرون ملک ان کے ہمنواؤں کی مسلسل جدوجہد اور غوغا آرائی کے نتیجے میں ”تحفظ نسواں بل“ کو بالآخر قومی اسمبلی سے منظور کر لیا گیا جو پاکستان کی تاریخ کا ایک المناک باب ہے اور وہ دن ملک کے لیے یوم سیاہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ اسلامی جمہوریہ پاکستان کی قومی اسمبلی میں اسلامی اقدار پاکستان کے اسلامی تشخص اور اس سلسلے میں دستور پاکستان کے اندر دی گئی تمام تر ضمانتوں کو پامال کرتے ہوئے قرآن و سنت سے صریحاً متصادم قانون منظور کر لیا گیا ہے۔

حکومت اور اس کے کارندے مسلسل اس بات پر مصر ہیں اور ان کی جانب سے تواتر کے ساتھ یہ دعویٰ کیا جا رہا ہے کہ اسمبلی سے پاس کیے جانے والے بل میں کوئی خلاف اسلام بات شامل نہیں اور یہ کہ یہ بل عین قرآن و سنت کے موافق ہے۔ حالانکہ یہ سراسر غلط اور خلاف واقع ہے بلکہ درحقیقت اس بل میں بہت ساری باتیں غیر اسلامی اور قرآن و سنت کے بالکل خلاف ہیں جن کو حکومت کے استفسار پر انہی کی نامزد کردہ علماء کبھی نے مذکورہ بل پر غور و خوض کے بعد حکومت پر واضح کر دیا تھا جنہیں ہم یہاں مختصر آڈ کر کر دیتے ہیں:

- 1- ”زنا بالجبر“ کی سزا ”حد“ کو ختم کر کے اسے ”تعزیر“ میں شامل کیا گیا ہے جو صراحتاً کتاب اللہ میں ترمیم و تبدیلی کے مترادف ہے۔
- 2- غیر شادی شدہ مرد یا عورت جب زنا کے مرتکب ہوں تو کتاب اللہ میں ان کے لیے 100 کوڑوں کی سزا تجویز کی گئی ہے جبکہ بل میں کوڑوں کی سزا کو ختم کر کے اس کی جگہ قید کی سزا رکھی گئی ہے۔ یہ بھی کتاب اللہ کے حکم میں واضح ترمیم ہے۔
- 3- مذکورہ بل میں حدود آرڈیننس کی دفعہ 2 کی شق نمبر 5 کو ختم کر دیا گیا ہے جس کی رو سے اگر عدالت کسی ملزم کو حد کی سزا سنائے تو حکومت کو اس میں تبدیلی یا تخفیف کا اختیار حاصل ہوتا ہے۔ یہ قرآن و سنت کے خلاف ہے۔ قرآن کریم میں واضح طور پر موجود ہے کہ ”جب اللہ اور اس کا رسول کوئی فیصلہ کر دیں تو کسی مومن مرد یا عورت کو یہ حق نہیں ہے کہ پھر اس معاملے میں ان کا کوئی اختیار باقی رہے۔“ نبی کریم ﷺ کے ارشاد کے مطابق جب کسی شخص کے خلاف عدالتی کارروائی کے نتیجے میں حد کا فیصلہ ہو جائے تو پھر اس میں کسی کو بھی معافی یا تخفیف کا اختیار نہیں۔
- 4- شریعت میں حد کے قیام کی شرط بلوغ ہے اور اس کا دار و مدار بلوغ پر ہے نہ کہ عمر؛ جبکہ بل میں بلوغ کی بجائے 16 سال کی عمر کو مدار بنایا گیا ہے۔ یہ بھی خلاف شریعت ہے۔
- 5- ”قذف آرڈیننس“ میں ترمیم کر کے مرد کو چھوٹ دی گئی ہے کہ وہ عورت کے مطالبے کے باوجود لعان کی کارروائی میں شرکت سے انکار کر کے عورت کو مطلق چھوڑ دے۔ یہ شق بھی قرآن کریم کے حکم کے منافی ہے۔
- 6- اسی آرڈیننس میں یہ ترمیم بھی قرآن و سنت کے منافی ہے کہ عورت کے رضا کارانہ اقرار جرم کے باوجود اسے سزا نہیں دی جاسکے گی۔

قارئین کرام! آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ حکومت جس ڈھٹائی سے بل کو قرآن سنت کے موافق قرار دے رہی ہے کیا وہ حقیقت میں بھی ایسا ہے یا نہیں؟ مندرجہ بالا حقائق سے اس کی حقیقت بخوبی واضح ہو جاتی ہے۔

حکومت نہ صرف یہ بلکہ اس کے ساتھ ساتھ عوام کو یہ بھی باور کر رہی ہے کہ وہ مذکورہ بل کے ذریعے مظلوم عورتوں کی دادی اور ان کے حقوق کو تحفظ فراہم کرنا چاہتی ہے۔ چنانچہ اسی بنا پر بل کو ”تحفظ حقوق نسواں بل“ کا نام دیا گیا ہے، لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا مذکورہ بل میں خواتین کے حقوق کا تحفظ کیا گیا ہے یا ان کا مزید استحصال؟ اگر ہم اس سلسلے میں حکومتی اراکین اور ان کے حامیوں کی طرف سے کیے جانے والے غلط پروپیگنڈے سے متاثر ہوئے بغیر اس بات کو حقیقت پسندی کی نگاہ سے دیکھنے کی کوشش کریں تو تمام تر صورت حال بالکل واضح ہو جائے گی۔ ذیل میں اس کی چند ایک مثالیں پیش خدمت ہیں:

1- کوئی خاتون کسی شخص کے خلاف ”زنا بالجبر موجب حد“ کا مقدمہ دائر کرتی ہے لیکن اگر کسی بنا پر عدالت میں وہ ”موجب حد جرم“ ثابت نہ ہو سکے تو عدالت اس ملزم کو بری کر دے گی اور اس کے پاس خاتون کی دادی سے لیے ملزم کو تعزیری سزا دینے کا کوئی اختیار نہیں ہوگا۔ چنانچہ اس خاتون کے پاس اس نظم پر صبر کرنے کے علاوہ اور کوئی چارہ کار نہیں ہوگا، سوائے اس کے کہ وہ از سر نو عدالت سے رجوع کرے جو کہ ناانصافی ہے۔

2- اگر کوئی شخص زنا بالجبر کا مرتکب ہو تو شریعت نے اس کے لیے سخت سزا مقرر کر رکھی ہے تاکہ عوام کو اس سے عبرت حاصل ہو اور آئندہ کے لیے اس جرم کا سدباب ہو سکے۔ اسے مذکورہ بل میں ختم کر کے اس کی جگہ معمولی قید کی سزا رکھی گئی ہے۔ چنانچہ اس سے خواتین کو تحفظ کی بجائے ان سے زیادتی کرنے والوں کو تحفظ ملے گا۔

3- زنا اگر چار گواہوں سے ثابت نہ ہو سکے تو خواتین کے ساتھ بد سے بدتر فحاشی اور بدکاری کے ارتکاب پر ہر قسم کی سزا ختم کر دی گئی ہے، جس سے نہ صرف یہ کہ فحاشی کو فروغ حاصل ہو گا بلکہ اس سے غیرت کے نام پر لوگوں کو قانون ہاتھ میں لینے کی حوصلہ افزائی ہوگی۔

4- اگر زنا بالجبر میں ملوث کوئی ملزم یہ کہے کہ اس نے عورت کی رضامندی سے اس کے ساتھ زنا کیا تھا اور وہ اس بات کا کوئی شبہ پیدا کرے تو عدالت اس کو بری کر دے گی۔ یہ عورت کے ساتھ ناانصافی ہے۔

5- زنا اور بدکاری کے سدباب کے لیے پولیس کا کردار بالکل ختم کر دیا گیا ہے۔ چنانچہ بل کی رو سے فحاشی اور بدکاری اب ”ریاست“ کا جرم نہیں رہا جبکہ اس سے قبل قانوناً یہ اسٹیٹ کے خلاف جرم بھی تھا۔ ناقابل دست اندازی پولیس بنائے جانے کے بعد بے حیائی اور فحاشی کے مرتکب افراد کو قانون کا کوئی خوف نہ ہوگا۔ اب مقدمہ سیشن کورٹ میں درج کرانا ہوگا۔ سیشن کورٹ ہر جگہ نہیں ہوتی اور دو تین بجے کے بعد اگلی صبح تک اور چھٹی کے دن بند رہتی ہے۔ کیا اس طرح انصاف کا حصول بے حیائی کا سدباب اور مجرم کے خلاف کارروائی مشکل نہیں ہو جائے گی۔ نیز لوگوں کے قانون کو ہاتھ میں لینے اور خود فیصلے کرنے کا دروازہ نہیں کھل جائے گا۔

اس کے علاوہ تحفظ نسواں بل تکنیکی اور فنی پیچیدگیوں کے ساتھ ساتھ دوسری کئی خرابیوں پر مشتمل ہے۔ مثال کے طور پر زنا موجب حد کے لئے بل میں جو سخت ترین شرائط ہیں وہ بعض اوقات کسی بنا پر پوری نہیں ہو پاتیں۔ چنانچہ ایسی صورت میں عدالت ملزم کو تعزیری سزا دینے کا اختیار نہ رکھنے کی وجہ سے اس کے حوصلے مزید بلند ہو جائیں گے اور یہی چیز بار بار اس کو جرم پر اکسائے گی جس سے ملک میں فحاشی کو فروغ ملے گا اور یوں قانون کی چھتری تلے اسلام کے نام پر وجود میں آنے والے اس ملک میں فحاشی کا ایک سیلاب اٹھ اٹھے گا۔ اسی طرح مذکورہ بل کی وجہ سے نوجوان جوڑوں کو بغیر نکاح اکٹھے رہنے کا جواز مل جائے گا اور ان کے آپس میں تعلقات پر انتظامیہ کوئی اقدام نہیں کر سکے گی۔ حتیٰ کہ اگر کوئی دوسرا فرد اس پر اعتراض یا اس کی نشان دہی کرے تو الٹا اسی کو قذف کی سزا جھگٹنا پڑے گی۔

مندرجہ بالا معروضات سے یہ ثابت ہو گیا کہ مذکورہ بل نہ صرف قرآن و سنت کے صریح طور پر متضاد اور معارض ہے بلکہ اس میں خواتین کے تحفظ کی کوئی بات نہ ہونے کے ساتھ ساتھ یہ بل ان کے لیے مزید مشکلات اور مسائل پیدا کرنے کا سبب بھی ہے۔ اسی طرح یہ بہت ساری خرابیوں اور منفی پہلوؤں کو بھی اپنے اندر لیے ہوئے ہے۔ لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ بایں ہمہ حکومت اور بعض دیگر حلقوں کی طرف سے اس بل کا اتنا ڈھنڈورا کیوں پیجا جا رہا ہے اور کیوں مشرق و مغرب میں اس ”کارنامے“ پر فتح کے شادیاں بجاے جارہے ہیں۔ آئیں اس پر غور کریں۔

جنرل ضیاء الحق مرحوم کے دور حکمرانی میں علماء کرام کی مشاورت سے تشکیل پانے والے حدود آرڈیننس کے خلاف اس کے منظوری کے پہلے ہی دن سے اندرون و بیرون ملک ایک مخصوص نظریے ”سیکولرزم“ کے حامی لوگوں نے واویلا شروع کر دیا تھا لیکن پاکستان کے اسلام پسند عوام نے کبھی بھی ایسی آوازوں پر کان دھرا اور نہ ہی انہیں درخور اعتنا سمجھا۔ یہی وجہ ہے کہ گزشتہ 27 سالوں کے دوران کسی بھی حکومت کو اس آرڈیننس میں ترامیم یا انہیں چھیننے کی جرأت نہیں ہو سکی۔ اور یوں سیکولرزم کے علمبردار اپنے ناپاک عزائم کو کبھی بھی عملی جامہ نہ پہنا سکے۔

11 ستمبر کے واقعے کے بعد جہاں عالمی سیاست کے اقدار و روایات بدلے اور مختلف ممالک کی پالیسیوں کے نئے رخ متعین ہوئے تو لادینیت کا نظریہ رکھنے والے افراد اس موقع کو غنیمت سمجھتے ہوئے اپنی تمام تر حشر سامانیوں کے ساتھ میدان عمل میں کود پڑے۔ اس گروہ کو پہلی مرتبہ کھل کر کھیلنے کا موقع مل گیا۔ اس سلسلے میں میڈیا کے ذریعے اربوں روپے خرچ کر کے ایسی پروپیگنڈہ مہم چلائی گئی کہ پاکستان کا گویا واحد مسئلہ ہی یہی (حدود آرڈیننس میں ترامیم) ہے اور یوں پروپیگنڈے کے زور پر وہ اس میں ترمیم کروانے میں کامیاب بھی گئے۔ اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ نسواں بل کی منظوری دراصل پاکستان کے اندر سیکولرازم یعنی لادینیت کے نفاذ کی طرف پہلا قدم ہے۔ اس کے بعد بتدریج امتناع قادیانیت ناموس رسالت اور پاکستانی آئین میں موجود دیگر اسلامی دفعات میں حذف و ترامیم کی باری آئے گی۔ چنانچہ واضح ہو گیا کہ اس وقت پاکستان کے اندر تحفظ نسواں بل سے پیدا شدہ صورت حال نہ تو سیاسی تنازع ہے اور نہ ہی معاشرے کی مظلوم عورتوں کے تحفظ کا کوئی مسئلہ بلکہ اب تو یہ نظریات کے تصادم اور افکار کے ٹکراؤ کا ایک عنوان بن گیا ہے جس میں ایک طرف سیکولرازم اور لادینیت کے علمبردار ہیں جبکہ دوسری جانب مذہب اور اہل مذہبیت۔ چنانچہ سیکولرازم کے حامیوں کے مندرجہ ذیل اغراض و مقاصد ہیں:

1- مملکت خداداد اسلامی جمہوریہ پاکستان کا مذہبی تشخص ختم کرنا۔

2- ملک میں سیکولرازم اور لادینیت کو رواج دینا۔

3- آئین میں موجود قرآن و سنت کی بالادستی کو ختم کرنا۔

4- ملک میں فاشی اور بے حیائی کو تحفظ دے کر اسے مغربی تہذیب و ثقافت میں ڈھالنا۔

ان اغراض و مقاصد کے حصول و تکمیل کے لیے تحفظ نسواں بل کے نام سے نام نہاد بل قومی اسمبلی سے منظور کروانے کے ساتھ ساتھ حکمران گروہ کی طرف سے ملک کے دیندار عوام اور تمام دینی حلقوں کو انہما پسند قرار دیتے ہوئے ان کے خلاف روشن خیالی کے نام سے جو اعلان جنگ کیا گیا ہے وہ مستقل طور پر ایک لمحہ فکریہ ہے۔ اور اس وقت پورا ملک اس چیلنج سے نمٹنے کے لیے دینی قیادت کی طرف دیکھ رہا ہے اور عوام ان کے اشاروں کے منتظر ہیں۔ چنانچہ ملک بھر کے مختلف دینی مکاتب فکر کے سرکردہ علماء نے آپس میں مل کر ملک میں آنے والے سیکولرازم اور لادینیت کے طوفان کو روکنے کے لیے ”مجلس تحفظ حدود اللہ پاکستان“ کے نام سے ایک پلیٹ فارم قائم کیا ہے جو ملک بھر میں تحریک کو منظم کرتے ہوئے حدود شرعیہ اور دیگر دینی امور کے تحفظ کے لیے میدان عمل میں اترے گا۔ (مجلس تحفظ کے تحت ملک کے جدید علماء کا پہلا کنونشن جامعہ اشرفیہ لاہور میں منعقد ہو چکا ہے)۔ اس پلیٹ فارم پر تمام دینی مکاتب فکر کے علمائے کرام اور عوام شریک ہو کر پاکستان کے اسلامی تشخص اور دستور پاکستان کی اسلامی دفعات کے تحفظ کے لیے تجدید عہد کریں گے اور سیکولر حکمرانوں کی طرف سے اسلامی قوانین اور دینی حلقوں کے خلاف جو طبل جنگ بجایا گیا ہے اس کا سامنا کرنے کے لیے اپنی جدوجہد اور لائحہ عمل کا اعلان کریں گے۔

”مجلس تحفظ حدود اللہ پاکستان“ کے فورم سے یہ جدوجہد خالص غیر سیاسی ہوگی اور بلا تفریق اس میں ہر اس شخص کا خیر مقدم کیا جائے گا جو پاکستان میں اسلامی اقدار کا تحفظ اور مغربی تہذیب و ثقافت کو روکنے کا خواہاں ہو۔ یہ تحریک موجودہ سیاسی کشمکش سے لاتعلق رہتے ہوئے 1974ء کی ”تحریک تحفظ ختم نبوت“ کی طرز پر صرف دینی حوالوں سے اپنی جدوجہد کو منظم کرے گی اور ملک کی تمام دینی جماعتوں کو اس میں شریک کیا جائے گا۔

(بشکر یہ روزنامہ ”اسلام“)